

## 215051 - زکاة کی رقم کو فقرا کیلئے مختص ترقیاتی منصوبوں میں لگانا

### سوال

سوال: ہم کچھ نوجوانوں نے مل کر فقراء کیلئے ایک خیراتی و ترقیاتی ادارہ بنایا ہے، درج ذیل تمام امور اس ادارے کے تحت سر انجام دیے جاتے ہیں:

ترقیاتی منصوبے:

- 1- ناخواندگی کا خاتمہ، اور ان پڑھ لوگوں کیلئے لکھائی پڑھائی کا انتظام و انصرام
- 2- منشیات اور سگریٹ نوشی کے خطرات سے متعلق آگہی و رہنمائی کیلئے لٹریچر کی تیاری اور لوگوں میں اس کی تقسیم

3- غریب لوگوں کی یومیہ ضروریات پوری کرنے کیلئے آمدن میں اضافہ کا باعث بننے والے چھوٹے چھوٹے منصوبے

4- پورے معاشرے کی خوشحالی کیلئے مفید و معاون ہر قسم کے ترقیاتی منصوبے کچھ خیراتی منصوبے بھی ہیں، جن میں درج ذیل اشیا غریبوں میں تقسیم کی جاتی ہیں:

1- سردیوں میں گرم بستر اور کمبل کی فراہمی۔

2- غذائی راشن کی فراہمی۔

3- گھروں کی مرمت (چھت، دیواریں، وغیرہ) تا کہ سامان چوری سے محفوظ رہے اور سردی بھی گھروں میں نہ گھسے۔

4- ادویات کی خریداری

5- قرضوں کی ادائیگی

6- بجلی سے چلنے والی بنیادی ضرورت کی اشیا کی فراہمی

7- کپڑوں کی خریداری (اسکول یونیفارم، گھریلو لباس، عید تہوار کا لباس وغیرہ)

8- غریب لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے کسی بھی چیز کی فراہمی فی الحال غریبوں کی مدد کیلئے زکاة، صدقات، اور عطیات کی شکل میں تعاون جمع کیا گیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ صدقات سے زیادہ زکاة کا مال تھا، اور ہمیں یہ علم ہے کہ زکاة کا مال غریب کے ہاتھ میں دینا لازمی ہے، وہی اسے اپنی مرضی سے خرچ کرے، لیکن ہمیں یہ بھی دیکھنے میں ملا ہے کہ کچھ غریب لوگ پیسے کا صحیح استعمال نہیں کرتے، جبکہ ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مسئلے کا حل ہم نے یوں نکالا کہ ہم غریب شخص کا مکان اندر سے دیکھتے ہیں، اور معائنے کے بعد اس کی ضروریات لکھ لیتے ہیں، پھر اسے پیسے دینے کی بجائے اس کی ضروریات زکاة کے مال سے پوری کر دیتے ہیں، تو کیا یہ صحیح ہے؟

اور کیا زکاة کا مال ترقیاتی منصوبوں میں استعمال ہو سکتا ہے؟

اور کیا زکاة کا مال اس خیراتی ادارے کی بلڈنگ کا کرایہ ادا کرنے میں استعمال ہو سکتا ہے؟

پسندیدہ جواب

الحمد لله.

اول:

سوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس خیراتی ادارے کو دو قسم کا تعاون حاصل ہوتا ہے:

1- عام صدقات و عطیات

2- زکاة

اس کی تفصیل یہ ہے کہ صدقات و عطیات کے مصارف زکاة کی بہ نسبت وسیع ہیں، اور ویسے بھی تعاون کرنے والے کو یہ بتلایا جانا چاہیے کہ یہ مبلغ کسی مخصوص مد میں ہی استعمال ہوگی، چنانچہ اس بات کو یقینی بنانا لازمی ہے، اور اگر کسی اور جگہ اسے استعمال کیا جائے تو تعاون کرنے والے کی رضا مندی لینا ضروری ہے، چنانچہ اس کی اجازت کے بغیر کسی اور مصرف میں اسے خرچ نہیں کیا جا سکتا، تاہم اگر تعاون کرنے والا شخص خود سے آپ کو رقم خرچ کرنے کی مکمل صلاحیت و اجازت دے دے، یا اس کی طرف سے بیان کر دہ جگہ پر خرچ کرنا نا ممکن ہو جائے تو پھر اسی سے ملتے جلتے دیگر مصارف میں اسے خرچ کر دیا جائے گا۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جہاں تک ممکن ہو سکے جو مال جس مقصد کیلئے جمع کیا جائے تو اسے صرف اسی مقصد کیلئے ہی خرچ کرنا چاہیے تا آنکہ وہاں خرچ کرنا نا ممکن ہو جائے" انتہی  
" لقاء الباب المفتوح " لقاء رقم : (43)

دوم:

فرض زکاة قرآن مجید میں بیان شدہ آٹھ مصارف زکاة کے علاوہ کہیں بھی خرچ نہیں کی جا سکتی۔

چنانچہ اس کیلئے اصل طریقہ کار یہی ہے کہ زکاة کی رقم مستحق شخص کو دے دی جائے اور وہ خود سے اپنی ضروریات میں اسے خرچ کرے، لیکن اس طریقے سے وہ لوگ مستثنی ہونگے جن میں خود صلاحیت نہیں پائی جاتی : مثلاً: پاگل، ناسمجھ بچہ، بیوقوف وغیرہ اور اسی طرح یہ صورت حال بھی مستثنی ہو گی جس میں زکاة کے مستحق

شخص سے زکاة کی رقم سے خریداری کی اجازت لے لی جائے۔

اس مسئلے کی تفصیلات پہلے سوال نمبر: (42542) اور (138684) میں گزر چکی ہیں۔

سوم:

رفاہی ادارے کی بلڈنگ کا کرایہ زکاة کی مد سے ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

اس بارے میں شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ سے استفسار کیا گیا:

"ایک رفاہی ادارہ ہے جو زکاة جمع کر کے فقراء اور مساکین میں تقسیم کرتا ہے، اس کا دفتر میری بلڈنگ میں ہے

تو کیا اس کا کرایہ وہ زکاة کے مال سے دے سکتے ہیں؟"

تو انہوں نے جواب دیا:

"زکاة کی رقم سے کرایہ ادا نہیں کیا جا سکتا، اس رفاہی ادارے کو چاہیے کہ دیگر اداروں کی طرح یہ بھی ایک اکاؤنٹ

زکاة کیلئے مختص کرے اور ایک اکاؤنٹ صدقات کیلئے اور ایک اکاؤنٹ عام خیراتی امور کیلئے۔

ہر صورت میں زکاة کی رقم کو دیگر رقم سے جدا رکھنا ضروری ہے۔

سائل: شیخ صاحب! ہمیں عام صدقات و عطیات اتنے موصول نہیں ہوئے کہ جس سے کرایہ پورا ہو سکے؟

شیخ: اگر نہیں موصول ہوئے تو کوئی بات نہیں، آپ کسی معین صاحب خیر سے بھی تعاون کروا سکتے ہیں۔

"لقاءات الباب المفتوح" (141/12)

چہارم:

سوال میں مذکور تعلیمی منصوبوں پر زکاة کی رقم خرچ کرنے کے بارے میں تفصیل ہے:

1. ان پڑھ لوگوں کو تعلیم دینے کیلئے زکاة خرچ کرنے کے بارے میں وہی حکم ہے جیسے پہلے گزر چکا ہے

کہ: فقیر اور غریب شخص کے ہاتھ میں رقم دی جائے چنانچہ آپ غریب کیلئے مختص زکاة میں سے اس

کیلئے کتابیں نہیں خرید سکتے، صرف ایک صورت ہے کہ غریب شخص کتابوں کی خریداری میں معاونت کا

محتاج ہو اور وہ خود سے خریداری نہ کر سکتا ہو تو تب جائز ہے، جیسے کہ پہلے اسی سوال کے دوسرے

حصے میں گزر چکا ہے۔

لیکن اگر غریب خود سے زکاة کتب کی خریداری کیلئے طلب کرے تا کہ دینی اور دنیاوی علم حاصل کر کے مستقبل

میں اپنی ضروریات پوری کرنے کے قابل ہو تو ایسی صورت حال میں بھی غریب شخص کو زکاة دی جا سکتی ہے۔

چنانچہ مرداوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"شیخ تقی الدین نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ: "کتابیں خریدنے کیلئے زکاۃ وصول کرنا جائز ہے، بشرطیکہ کہ یہ کتب ایسے علم پر مشتمل ہوں جن سے دینی اور دنیاوی فائدہ حاصل ہو" انتہی، اور ان کا یہ موقف درست ہے"

"الإنصاف" (218 /3)

اسی طرح مکمل طور پر اپنا وقت شرعی علم کے حصول میں صرف کرنے والے شخص کو بھی زکاۃ کی مد سے کتب خرید کر دی جا سکتی ہیں، اسی طرح دینی علم و آگہی کیلئے لائبریری کا قیام بھی عمل میں لایا جا سکتا ہے، چنانچہ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"میرا یہ موقف ہے کہ مکمل طور پر اپنا وقت شرعی علم کے حصول میں صرف کرنے والے شخص کو زکاۃ دی جا سکتی ہے، کیونکہ اقامت دین علم و جہاد سے منسلک ہے، جیسے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

ترجمہ: اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کریں، اور ان کیساتھ سختی اپنائیں، ان کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے جو برا انجام ہے۔ [التوبہ: 73]

یہ سب کو معلوم ہے کہ منافقین سے جہاد قوت و اسلحہ کیساتھ نہیں ہوگا، بلکہ علم کے ذریعے ہوگا، اس بنا پر علم کے ذرائع اور کتب پر بھی زکاۃ صرف کی جا سکتی ہے، چاہے یہ کتب ان کی ملکیت میں دے دی جائیں یا خرید کر عوامی کتب خانوں میں مفاد عامہ کیلئے رکھ دی جائیں، کتب زکاۃ کی مد سے خریدنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جنگجو کو آج کل بندوق وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح شرعی طالب علم کو باطل کا مقابلہ کرنے کیلئے کتب کی ضرورت ہوتی ہے۔

لیکن زکاۃ کی رقم سے طلباء کیلئے رہائش تعلیمی ادارے بنانے کے متعلق میری رائے مختلف ہے، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ کتب پڑھنے سے علم حاصل ہوگا، کتابوں کے بغیر علم کا کوئی تصور نہیں ہے، لیکن رہائش و تعلیمی اداروں کے بغیر بھی تعلیم دی جا سکتی ہے، تاہم اگر طلباء غریب ہیں تو ان کیلئے زکاۃ کی مد سے رہائش کرایہ پر لی جا سکتی ہے، اس صورت میں انہیں طالب علم ہونے کی وجہ سے زکاۃ نہیں دی جائے گی، بلکہ غریب ہونے کی وجہ سے ملے گی، یہی صورت حال تعلیمی اداروں کی ہے کہ اگر مساجد میں تعلیم دینا ممکن نہیں ہے تو ان کیلئے جگہ کرائے پر لیکر تعلیم دی جائے گی" انتہی

"مجموع الفتاویٰ" (392 /18)

1. زکاۃ کی رقم کو منشیات اور سگریٹ نوشی کے خطرات سے متعلق آگہی و رہنمائی کیلئے لٹریچر کی تیاری اور لوگوں میں تقسیم پر خرچ کرنا درست نہیں ہے؛ کیونکہ یہ زکاۃ کا مصرف نہیں ہے، چنانچہ ایسے امور کیلئے زکاۃ سے ہٹ کر دیگر عطیات و صدقات خرچ کیے جا سکتے ہیں۔

2. زکاة کی مد سے غریب لوگوں کی یومیہ ضروریات پوری کرنے کیلئے آمدن میں اضافہ کا باعث بننے والے چھوٹے چھوٹے منصوبے لگا کر دینے کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: یہ ہے کہ زکاة کی رقم سے تیار شدہ منصوبہ غریب لوگوں کی ملکیت میں نہ دیا جائے، یعنی منصوبے میں دکانیں، اور مشینری خرید کر رفاہی ادارے کی ملکیت میں دے دی جائیں، اور زکاة کے مستحق افراد انہیں بطور کرایہ دار کے استعمال کریں، تو اس صورت میں زکاة خرچ نہیں کی جا سکتی؛ کیونکہ کسی بھی صورت میں اسے غریب لوگوں کی ملکیت نہیں کہا جا سکتا، البتہ یہ صورت وقف کی ہے، اور وقف و زکاة کے اموال میں فرق ہوتا ہے۔

چنانچہ " فتاویٰ اللجنة الدائمة " (9 / 451) میں ہے کہ:

" البر رفاہی ادارہ مکانات کی تعمیر زکاة کے مال سے کر کے انہیں اپنی ملکیت میں رکھے اور لوگوں کو رہائش کیلئے کرایہ پر دے، ایسا کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس شکل میں زکاة ایسی جہت کی ملکیت میں آ رہی ہے جو زکاة اپنی ملکیت میں لینے کا حق نہیں رکھتی، بلکہ ایسا بھی ممکن ہے کہ مستحق لوگوں کو زکاة پہنچ ہی نہ سکے، ویسے بھی اس انداز سے زکاة کی رقم کو صرف مخصوص فائدے کیلئے بند کر دیا جائے گا، اور مستحقین تک اس کی رسائی مشکل ہوگی، نیز اس طرح کرنے سے زکاة کے مصارف میں دخل اندازی کا اندیشہ بھی ہے۔

اجمالی طور پر ایسے منصوبوں کو شروع کیا گیا لیکن ناکام ہو گئے، ناجائز ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں شرعی نصوص کی شرعی عذر کے بغیر واضح مخالفت ہے "

دوسری صورت: یہ ہے کہ زکاة کے مستحق افراد کو زکاة کی رقم دے جائے جس سے وہ اپنے پیشے سے متعلق اوزار خریدے، اور محنت مزدوری کرے، یا پھر زکاة کی یہ رقم ایسی تجارت میں بطور رأس المال لگائے جس میں اس کے پاس تجربہ بھی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ شافعی فقیہ امام رملی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اگر کسی کے پاس مناسب فنی مہارت ہے تو اسے اس کے فن سے متعلقہ آلات خرید کر دیے جائیں چاہے کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، اور اگر تجارت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اسے بطور رأس المال زکاة کی اتنی رقم دی جائے گی کہ اس کے منافع سے اپنے علاقے میں متوسط درجے کی زندگی گزار سکے " انتہی

" نہایة المحتاج " (6 / 161)

یہ موقف امام احمد رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے، چنانچہ مرداوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ان [امام احمد] سے منقول ہے کہ: اتنی مقدار میں زکاة وصول کر سکتا ہے جس سے اس کی ضروریات ہمیشہ پوری ہوں، مثلاً: تجارت یا کسی فنی پیشے کیلئے زکاة کی اتنی رقم لے جس سے اپنی ضروریات پوری کر سکے، اسی

موقف کو صاحب کتاب: "الفائق" نے اختیار کیا ہے، اور یہی موقف "الرعاہ" میں بھی ہے " انتہی  
 "الإنصاف" (3 / 238)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اپنی آمدن کے ذرائع میں زکاۃ لگا سکتا ہے، چاہے زکاۃ کا مال براہ راست اپنی ضروریات میں خرچ نہ کرے"  
 امام احمد رحمہ اللہ سے کہا گیا: "ایک آدمی کی [صرف اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے] فصل بالکل تیار ہے، لیکن  
 اس کے پاس فصل کی کٹائی کیلئے رقم نہیں ہے تو کیا زکاۃ کی رقم سے فصل کی کٹائی کروا سکتا ہے؟ تو انہوں  
 نے کہا: زکاۃ کی رقم لیکر فصل کی کٹائی کروائے " انتہی

"المستدرک علی فتاویٰ ابن تیمیہ" (1 / 132)

واللہ اعلم.